السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے نور سے پیدا کیا جس کا نام محمد ﷺ رکھا پھر پوری مخلوق کو آپ ﷺ کے نور اور پسینہ سے پیدا کیا، آسمان، زمین، عرش وکرسی لوح وقلم وغیرہ جنت جہنم، فرشتے وغیرہ بھی اسی نور سے پیدا کیے کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟'' ینوا وتوجروا بالدلیل الصحیح؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

یہ مسئلہ دراصل ان لوگوں کی طرف سے گھڑا گیا ہے جو مشرکانہ خیال رکھتے ہیں۔ رسالت مآب ﷺ کے بارے میں ان حضرات کا خیال ہے کہ آپ ﷺ انسانوں میں سے ہیں ہی نہیں، اس لیے یہ حضرات آپ ﷺ پر بشر کا اطلاق جائز نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نور ہیں اور نور کا مطلب ان کے پاس یہ ہے کہ معاذاللہ! اللہ تبارک وتعالی نے اپنی ذات مبارکہ سے تمام نور نکال کر الگ کر کے اس سے نبی ﷺ کو بنایا یعنی ان حضرات کے ہاں اللہ تعالی نعوذباللہ کسی مادی چیز کا مجموعہ ہے جس سے کچھ نکال کر کسی دوسری چیز کو بنایا گیا مثلاً مٹی کا ڈھیر ہو جس سے کچھ نکال کر کوئی چیز بنائی گئی ہو۔ اس طرح کے عقیدہ کا کفریہ عقیدہ ہونے کے بارے میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا اس بدعقیدہ کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے اگر اپنی ذات میں سے کوئی حصہ نکالا ہے تو وہاں پر پڑنے والے خلا کو کس چیز سے بھرا یا وہ خال ویسا کا ویسا رہ گیا اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہوگا کہ نبی کریم ﷺ خود اللہ ہیں جس طرح اس قسم کے عقیدہ رکھنے والے اس طرح کے اشعار کہنے سے بھی نہیں ڈرتے:

جو تھا مستوی عرش پر خدا ہو کر

اتر پڑا مدینہ میں مصطفی ہو کر

اب اس سے بڑھ کر کفر یا الحاد کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رسول کریم ﷺ کو بعینہ اللہ بنا دیا گیا ہے یہی تو نصاری کا عقیدہ تھا وہ کہتے تھے کہ ''ان اللہ ہو المسیح ابن مریم'' یعنی عیسی بن مریم ہی تو اللہ ہیں۔'' افسوس کے ہمارے نام نہاد مسلمان بھی نصاری کے اس عقیدہ کو اختیار کر کے رسول اللہ ﷺ کو اللہ بنا دیا ہے جب کہ قرآن کریم نے تو تین جگھوں پر نبی کریم ﷺ کے بشر ہونے کی تصریح کی ہے۔

مثال نمبر ۱: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا (بنی اسرائیل: ۹۳)

''کہو کہ میرا رب پاک ہے کیا میں بشر رسول ہونے کے علاوہ اور کچھ ہوں کیا؟''

یعنی اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوں صرف بشر اور رسول ہی ہوں۔

مثال نمبر ۲: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ (الکھف: ۱۱۰)

''اے اللہ کے نبی تو لوگوں کو واضح کر کے بتا دے کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں۔ (یعنی انسان ہوں) اور میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

مثال نمبر ۳: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ (حم السجدة: ٦)

''یعنی اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ کی بشریت کی واضح الفاظوں میں تصریح فرمائی ہے مگر قرآن کریم میں نور ہونے کے بارے میں ایک جگہ نی تصریح نہیں فرمائی اسی طرح قرآن کریم میں دوسری جگھوں پر قرآن کریم پر تو نور کا اطلاق ہوا ہے اور اس کی تصریح بھی ہوئی ہے:

مثال نمبر ۱: فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الاعراف: ۱۰۷)

''یعنی جن لوگوں نے نبی پر ایمان لایا اور ان کی تعظیم اور مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو وہ ساتھ لائے ہیں تو وہ لوگ کامیاب ہیں۔''

اور یہ بالکل واضح ہے کہ جو نور نبی ﷺ ساتھ لائے ہیں اس سے مراد قرآن کریم ہے:

مثال نمبر ۲: فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (التغابن: ۸)

''پس تم ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اس نور کے ساتھ جو ہم نے نازل کیا ہے اور تم جو عمل کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔''

اور قرآن کریم پر نور کا اطلاق اس لیے ہے کہ جس طرح نور (یعنی روشنی) میں سب کچھ دیکھا جاسکتا ہے اسی طرح قرآن کریم سے بھی ضلالت کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکل کر ہدایت و ایمان کی روشنی میں آیا جاسکتا ہے۔ اور ہر ایک کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ایمان کیا ہے کفر کیا ہے؟ ضلالت کیا ہے؟ ہدایت کیا ہے؟ بہر حال قرآن کریم اللہ کی کتاب قرآن پر نور کا اطلاق ہوا ہے مگر نبی ﷺ پر وضاحت کے ساتھ کسی ایک جگہ پر بھی نور کا اطلاق نہیں ہوا بلکہ ان کے بشر ہونے کی صراحت کی گئی ہے جس طرح پہلے گزر چکا ہے کچھ حضرات سورہ مائدہ کی اس آیت کریمہ :

قَدۡ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٞ وَكِتَٰبٞ مُّبِينٞ (المائدہ:۱۵)

''یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔''

ان حضرات کا کہنا ہے کہ اس آیت کریمہ میں نور پر کِتَابٌ مُّبِينٌ کو معطوف بنایا گیا ہے اور عطف مغایرۃ کو چاہتا ہے اس لیے کِتَابٌ مُّبِینًا ور نور دو علیحدہ چیزیں ہیں لہذا کِتَابٌ مُّبِينٌ تو قرآن ہی مراد ہے لیکن نور سے مراد نبی ﷺ ہیں۔ حالانکہ ہم پہلے بھی یہ واضح کر چکے ہیں کہ قرآن کریم میں قرآن پر نور کی صراحت واضح نہیں ہے۔ لہذا بموجب قاعدہ ''القرآن یفسر بعضہ بعضا'' اس آیت کریمہ میں بھی نور سے مراد قرآن عزیز ہے اور ایک چیز کی چند وصفیں صرف عطف کے ساتھ آجاتی ہیں۔ اور باقی رہی، مغایرۃ والی بات تو عطف مغایرۃ کو چاہتا ہے اور ان صفتوں میں معنوی مغایرۃ جو عطف کے لیے کافی ہے۔ اس کی مثال قرآن کریم میں بھی کافی ہیں مثلاً سورۃ حجر کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالی فرماتے ہیں :

الٓرۚ تِلۡكَ ءَايَٰتُ ٱلۡكِتَٰبِ وَقُرۡءَانٖ مُّبِينٖ (الحجر:۱)

''یعنی الر، یہ آیتیں ہیں کتاب کی قرآن مبین کی۔''

اور ظاہر ہے کہ کتاب اور قرآن دونوں سے مراد قرآن ہی ہے کتاب اس لیے کہا جاتا ہے کہ لکھا ہوا ہے اسی طرح سورت نمل کی بھی ابتدائی آیات میں ہے :

طسٓۚ تِلۡكَ ءَايَٰتُ ٱلۡقُرۡءَانِ وَكِتَابٖ مُّبِينٍ (النمل:۱)

ان دونوں آیات کے درمیان واو عاطفہ ہے مگر مراد ایک ہی چیز ہے یعنی قرآن کریم کیونکہ قرآن اور کتاب میں جو معنوی مغایرۃ ہے وہی عطف کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح سورۃ الاحزاب میں نبی ﷺ کی چند وصفیں بیان ہوئیں ہیں۔ جیسے :

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ۝ ٤٥ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذۡنِهِۦ وَسِرَاجٗا مُّنِيرٗا ۝ (الاحزاب:۴۵'۴۶)

قارئین کرام! غور کریں! یہاں پر نبی ﷺ کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں۔ شاہد، بمشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراجا، منیرا اور یہ تمام وصف عطف کے ساتھ آئیں ہیں لیکن یہاں پر یہ کہنا کہ بمشر اور نذیر کوئی الگ الگ ہستیاں ہیں کیونکہ واو عاطفہ مغایرۃ کو چاہتا ہے تو کیا اس طرح کہنا درست ہو گا ہر گز ہر گز نہیں۔ کیونکہ شاہد، بمشر، نذیر وغیرہا کے معنی میں کچھ مغایرۃ ہے جو کہ عطف کو بنانے کے لیے کافی ہے خلاصہ کہ ان صاحبوں نے جو واو عطف کی مغایرۃ کا بت کھڑا کیا تھا وہ حق آنے کے بعد سر نگوں ہو گیا۔

(جاء الحق وزہق الباطل)

اب مطلب یہ ہوا کہ سورۃ المائدہ میں نور سے مراد بھی قرآن کریم ہے جس طرح آیات میں قرآن کا اطلاق ہے اور نور کہنے کی وجہ شبہ بھی ہم نے بیان کر دی ہے اور وہ آیات بھی بیان فرما دیں جن میں نبی ﷺ کے بشر ہونے کی صراحت موجود ہے۔ سورۃ کہف اور حم سجدہ والی آیات قُلۡ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ والی آیت کے بارے میں مشرکانہ خیالات رکھنے والے حضرات ایسی مجلسوں میں جن میں کوئی عربی کا جاننے والا یا ماہر نہیں ہوتا وہاں اپنے تجاہل عارفانہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ وہابی حضرات آپ کو اس آیت کا غلط مطلب بتاتے ہیں کیونکہ إِنَّمَآ میں (ان کے کہنے کے مطابق) ''ما'' نافیہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ نہیں ہوں میں آپ جیسا انسان لیکن بھائی! یہ وہابی حضرات اللہ کے کلام میں بھی اپنے مطلب کی معانی نکالتے ہیں اور لوگوں کو حق سے دور کرتے ہیں۔ در حقیقت اس جگہ یا اس جیسی دوسری جگہوں پر ''إِنَّمَآ'' کا کلمہ حصر کا ہے جس کی صحیح معنی یہاں پر یہ ہو گا کہ میں صرف تمہاری طرح انسان ہوں۔ لیکن ان لوگوں نے تو عربی کے قوانین کو نظر انداز کر دیا اور صرف عوام کو دھوکہ دینے کے لیے اللہ کے کلام میں تحریف کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ علامہ ابن ہشام انصاری اپنی مایہ ناز کتاب مغنی اللبیب کی جلد ۲ صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں :

((ولیث ما للنفی لمی ہی بمنزلتہا فی اخواتہا لیتما ولعلما ولکنما وکانما_))

''یعنی ان کے ساتھ جو ''ما'' زائدہ یا کافہ آتی ہے وہ نفی کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ اپنی دوسری اخوات کی طرف آتی ہے۔ (یعنی جس طرح ان حروف میں ما زائدہ کافۃ ہے اسی طرح إِنَّ وَأَنَّ کے ساتھ بھی جو ما ہے وہ بھی زائدہ ہے نہ کہ نافیہ) لہذا جو إِنَّ مشبہ بالفعل ہے وہ ''ما'' نافیہ پر داخل نہیں ہوتی یعنی إِنَّ کو اپنے عمل سے روکتی ہے اور ''ما'' اور ''الا'' حصر کی معنی پیدا کرتے ہیں یا إِنَّ کے بعد آنے والی ما موصولہ ہوتی ہے اور موصولہ اسم ہوتا ہے اس صورت میں ''ما'' موصولہ ان کا اسم بن جائے گی لیکن اگر ان حضرات کے کہنے کے مطابق ''ما'' کو نافیہ بنایا جائے تو یہ ''ما'' صرفی ہو گی پھر اسم میں اس کا اسم یا مسند الیہ بننے کی لیاقت ہی نہیں رہے گی کیونکہ حرف نہ مسند بن سکتا ہے اور نہ ہی مسند الیہ لہذا اس سورت میں إِنَّ کا اسم کس چیز کو بنایا جائے۔ ''ما'' اگر نافیہ بنائی جائے گی تو ''ما'' ''إِنَّ'' کا اسم بنے گی اور

''بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ'' اس کی خبر بنے گی پھر بتائیں کہ ما اسم اور خبر سے مل کر کیا عبارت بنے گی؟ اگر کہو گے؟ یہ جملہ تاویل مصدر میں ہو کر ان کا اسم بنے گا تو اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ بیشک میر آپ جیسا انسان نہ ہونے کی وصی کی جاتی ہے میری طرف۔

قارئین کرام! انصاف کریں کہ اس جملہ کے یہ معنی کیا دیوانہ کے علاوہ کوئی اور کر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں بہر حال ایک تو ان ''ما'' نافیہ پر عمل نہیں کرتی دوسرا کہ اگر تھوڑے سے وقت کے لیے اس کو مانا بھی جائے تو اس کے معنی ایسے غلط ہوں گے کہ اس کو صحیح کرنے کی کوئی صورت بھی نہیں بچتی، تعجب ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس طرح کی جرات کس طرح ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اسی آیت کریمہ کے اندر (یُوحَیٰٓ إِلَیَّ) کے بعد پھر دوبارہ یہ الفاظ ہیں۔ (أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ) تو کیا یہ حضرات اس کے بھی معنی کریں گے کہ ''نہیں ہے تمہارا ایک اللہ''؟ اگر نہیں تو پھر اس سے پہلے والے جملہ میں اس خود ساختہ معنی پر اتنی ہٹ دھرمی کیوں؟ قرآن کریم میں یہ ایک مثال نہیں ہے بلکہ تعکیب کی کتنی ہی مثالیں ہیں ہم یہاں پر چند مثالیں بیان کرتے ہیں قرآن کریم میں سورت توبہ میں ہے:

إِنَّمَا ٱلۡمُشۡرِكُونَ نَجَسٌ (التوبۃ: ۲۸)

عربیت کے ان نئے مجتہدین کے مطابق اس کی معنی یہ ہوگی کہ نہیں ہیں مشرک پلید۔

سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتۡ قُلُوبُهُمۡ الایۃ (الانفال: ۲)

معنی اس کے (ان کے قاعدے) کے مطابق یہ ہوگا کہ وہ لوگ مومن نہیں ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر پر خوف کے مارے کانپ جاتے ہیں۔

إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ إِخۡوَةٌ (الحجرات: ۱۰)

''بیشک مومن بھائی نہیں ہیں۔'' اور

قُلۡ إِنَّمَا ٱلۡعِلۡمُ عِندَ ٱللَّهِ وَإِنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ (ملک: ۲۶)

آپ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس علم ہی نہیں ہے اور نہیں ہوں میں واضح ڈرانے والا۔

بہر حال ہم نے تو یہاں چند مثالیں عرض رکھیں بلکہ قرآن کریم تو ایسی ترکیبوں سے بھرا ہوا ہے پھر یہ حضرات آخر کہاں تک اپنی خود ساختہ معنی کرتے رہیں گے۔

حاصل کلام! کہ انما میں ''ما'' نافیہ بنانے کی وجہ سے جو مفاسد پیدا ہوں گے ان کا کوئی حل نہیں ہے اور معاذاللہ قرآن جیسی کتاب مہمل بن جاتی ہے۔ قارئین کی آسانی کی بنا پر ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ ان کے بعد آنے والی ''ما'' کی ہم نے دو اقسام بیان کی ہیں۔ ایک ما کافہ جو کہ اِنَّ کو عمل سے روکتی ہے اگر اِنَّ کے ساتھ آئے گی تو اس سے مل کر بالکل ایک حرف بن جاتی ہے یہی وجہ ہے قرآن میں یہ جہاں پر بھی آئی ہے وہاں وہ ان کے ساتھ متصل آئی ہے۔ اگر ما نافیہ ہوتی تو دونوں کو الگ الگ لکھا جاتا اور اکٹھی صورت میں انما کلمہ حصر بن جاتا ہے اور دوسری ''ما'' موصولہ کی آتی ہے اس کی صورت اس طرح ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ آتی ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سورت انعام میں فرماتے ہیں:

إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَءَاتٍ (الانعام: ۱۳٤)

''بے شک وہ چیز جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آنی ہے۔''

اسی طرح قرآن کریم میں دوسری کئی ایک مثال دیکھی جا سکتی ہیں۔

خلاصہ کلام: ۔۔۔۔۔ کہ جب انما حصر کل کلمہ ہوتا ہے تو وہاں پر ''ان'' اور ''ما'' دونوں بالکل متصل آتے ہیں یعنی دونوں مل کر ایک کلمہ بن جاتے ہیں لیکن ما موصولہ کی صورت میں دونوں علیحدہ کتابت کی جاتی ہیں۔ باقی رہا مسئلہ ''ما'' نافیہ کا تو اس پر ان داخل ہی نہیں ہوتا اور اس کو ما کو نافیہ قرار دینے سے عبارت کے معنی بالکل غلط بن جاتے ہیں کچھ حضرات اپنے گمراہی والے عقیدہ پر دلیل کے طور پر مصنف عبدالرزاق کی طرف منسوب وہ روایت پیش کرتے ہیں جو جابر

رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے جو اس طرح ہے:

((قال قلت یارسول اللہ بأبی انت وامی اخبرنی ان اول شی خلق اللہ قبل الاشیاء قال یاجابر ان اللہ تعالی خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔۔۔۔۔ الخ)) (روایت کافی لمبی ہے)

ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے والدین آپ پر قربان ہوں مجھے خبر دیں سب سے پہلی چیز کے بارے میں جو سب سے پہلے اللہ نے پیدا کی آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر بیشک اللہ تعالی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اس روایت میں صراحت ہے تمام مخلوق کی پیدائش سے قبل اللہ نے اپنے نور سے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر تمام اشیاء کو اس نور سے پیدا کیا۔ (جس طرح آگے روایت میں بیان ہوتا ہے) افسوس اس بات پر ہے کہ یہ حضرات اپنے ضلالت سے پر عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ پر افتراء بازی سے بھی نہیں ڈرتے اور انہیں اس خوش آمدید کا بھی ڈر نہیں جو احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ:

((من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار)) ابوداود کتاب العلم باب التشدید فی الکذب علی رسول اللہ ﷺ رقم الحدیث: ۳٦٥۱.

''جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر افتراء باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔''

حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کی اصل سند بھی موجود نہیں ہے ۔ ایسی بے سند روایت کو لے کر اس سے اہم عقیدہ کے اثبات کا کام اس آدمی کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا جو خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتا ہے ۔ اعاذنا اللہ ''باقی روایت کی نسبت جو مصنف عبدالرزاق کی طرف کی جاتی ہے تو یہ درست نہیں ہے مصنف عبدالرزاق مطبوعہ کامل طبع ہند الحمدللہ ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا تتبع کر کے ہر منصب مزاج معلوم کر سکتا ہے کہ اس موضوع روایت کا اس کتاب میں نام ونشان بھی نہیں ہے پتہ نہیں ان حضرات نے اس بے سند روایت کی نسبت کس بل بوتے پر اس کتاب کی طرف کی ہے شاید ان کا یہی خیال ہوگا کہ مذکورہ کتاب نہ تو چھپ کر منظر عام پر آئے گی اور نہ ہی ہمارے افتراء کی کلی کھلے گی مگر اللہ کے فضل وکرم سے یہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آگئی جس سے ہر آدمی کو براہ راست استفادہ کرنے کا موقع میسر ہو گیا ۔ اور اس کتاب کا ناقص قلمی نسخہ بھی ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے مگر اس میں اس روایت کا پتہ نہیں پڑتا کچھ حضرات ہمارے پاس آئے انہوں نے اس قلمی نسخہ کو آگے پیچھے کیا تاکہ وہ خود ساختہ روایت ان کو مل جائے لیکن وہ روایت نہ اس کتاب میں تھی اور نہ ہی ان کو مل سکی ۔

خلاصہ کلام کہ اس روایت کی نسبت مصنف عبدالرزاق کی طرف درست نہیں ہے دوسری کسی کتاب میں اس کی سند نہیں ہے چہ جائے کہ وہ موضوع ہو پھر ایسی بے سند روایات سے

عقیدے کا اثبات کس طرح ممکن ہے جب کہ خود کے ہاں معمولی ضعف والی روایت بھی عقائد کے باب میں مقبول نہیں ہے تو موضوع اور بے سند روایت اس باب میں کس طرح مقبول ہوگی ۔ اس سے ہر ذی عقل اور انصاف والا آدمی معلوم کر لے گا کہ اصل حقیقت کیا ہے ۔

ضمیمہ

اور اسی طرح نبی ﷺ کا اللہ تعالی کے نور سے پیدا ہونے کے بارے میں دوسری روایت موضوعہ بھی ملی ہے جو کہ حافظ ذہبی اپنی کتاب میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۱۶۶ طبع جدید میں شیخ ابو نعیم اصفہان کی امالی سے اس سند سے ذکر کی ہے ۔

حدثنا محمد بن محمد بن عمرو بن زید املاء حدثنا احمد بن یوسف المنجبی حدثنا ابو شعیب صالح بن زیاد السوسی حدثنا الهیثم بن جمیل حدثنا ابو معشر عن المقبری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ خلقنی اللہ من نورہ وخلق ابا بکر من نوری وخلق عمر من نوری وخلق امتی من نور عمر وعمر سراج اہل الجنۃ))

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالی نے اپنے نور سے پیدا کیا پھر میرے نور سے ابو بکر کو پیدا کیا ، اور پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نور سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیدا کیا پھر پوری امت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نور سے پیدا کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوری امت کا چراغ ہے ۔''

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابو نعیم اس روایت کے بارے میں قم طراز ہیں :

''کہ یہ روایت باطل ہے کتاب اللہ کے مخالف ہے اور اس میں راوی ابو معشر جس کو جھوٹا کہا ہے اور صحیحین اس کی روایت اپنی کتاب میں نہیں لائے ہیں اور دوسرا راوی ابو شعیب سوسی جو کہ متروک ہے جس کے ترک پر تمام محدثین متفق ہیں اور اسی طرح ہیثم بھی جس کی کوئی بھی روایت صحیحین میں نہیں لائی گئی ہے اس کے بعد امام ذہبی فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس روایت موضوع کی آفت (قہر) احمد بن یوسف منجبی ہیں کیونکہ وہ غیر معروف مجہول آدمی ہے اور وہی یہ جھوٹی خبر لائے ہیں ۔''

یہ حضرات اس طرح کی موضوع اور واہیہ روایت کا سہارا لیتے ہیں ورنہ ان کے دامن میں کوئی صحیح روایت ہے ہی نہیں اور ایک دن اللہ تعالی کی عدالت میں انہیں اپنی افتراء پردازیں سے جوابدہ ہونا پڑے گا ۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر211

محدث فتویٰ